© rasailojaraid.com

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مغربی دُنیا اور بالخصوص بڑی طاقتوں کے سیاسی قائدین کو اپنی سیکولر آئیڈیالوجی پر فخر ہے اور اُن کے اس اظہارِ تفاخر میں آبادی کا غالب حصّہ ہم آواز ہے، مگر سیکولر آئیڈیالوجی نے انفرادیت پسندی، جذبہ مسابقت اور "بے قید" آزادیٔ اظہارِ رائے کے ساتھ معاشرتی سطح پر جو نتائج پیدا کیے ہیں، یہ سیکولر حکمرانوں کے لیے بھی پریشان کن ہیں۔ اخلاقی بے راہ روی، جنسی انارکی، خاندانی نظام کی ٹوٹ پھوٹ اور گلیوں محلوں میں آئے دن کے تشدّد نے سوچ میں تبدیلی پیدا کی ہے۔ اگرچہ موجودہ سطح پر یہ تبدیلی بہت بڑی نہیں مگر اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

گزشتہ سال نومبر میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے ایوان نمائندگان اور سینیٹ کے انتخابات میں حکمران ڈیموکریٹک پارٹی کو زک اٹھانا پڑی اور دونوں ایوانوں میں ری پبلکن پارٹی نے اکثریت حاصل کرلی۔ پچھلے پچاس سال کے عرصے میں ری پبلکن پارٹی صدارتی انتخاب تو جیتتی رہی مگر اُسے ایوانِ نمائندگان میں اکثریت کی حمایت کبھی حاصل نہ ہوئی تھی۔ پارٹی کی حالیہ کامیابی کے متنوع اسباب میں سے ایک بڑا سبب مذہبی نقطۂ نظر رکھنے والوں کا اس کی جانب بڑھتا ہوا جھکاؤ ہے۔ انتخابی کامیابی کے بعد ایوانِ نمائندگان یعنی کانگریس کے نئے اسپیکر جناب نیوٹ گنگ رچ نے یہ کہہ کر امریکی معاشرے کو چونکا دیا ہے کہ ۱۹۹۵ء کے ختم ہونے سے پہلے پبلک اسکولوں میں کسی طرح کی اجتماعی اور رضا کارانہ دُعا کی اجازت دیے جانے کے لیے ایوان کے سامنے دستوری ترمیم کی تجویز پیش کی جائے گی۔

امریکی معاشرے میں مذہب سے لگاؤ رہا ہے، آبادی میں جگہ جگہ کلیسیاؤں کی موجودگی اس امر کی شاہد ہے۔ اسکولوں میں اجتماعی دُعا کے ذریعے مذہبی اقدار نمایاں کی جاتی رہی ہیں اور قوم کے ہیرو جارج واشنگٹن کا یہ نقطۂ نظر قوم کے معماروں کے پیشِ نظر رہا ہے۔

> تمام عادات اور رجحانات جو سیاسی خوشحالی کے ذمہ دار ہیں، مذہب اور اخلاقی اُصول ان کے ناگزیر پشت پناہ ہیں--- اس مفروضے پر احتیاط کے ساتھ غور کرنا چاہیے کہ مذہب کے بغیر اخلاقی ضوابط قائم رکھے جاسکتے ہیں۔ ذہنوں پر بہترین تعلیم کے جو بھی اثرات تسلیم کر لیے جائیں، دلیل اور تجربہ دونوں اس کے خلاف ہیں کہ مذہب کو الگ کر کے قومی اخلاقیات قائم رہ سکتی ہے۔

۱۹۶۰ء کے عشرے تک پبلک اسکولوں میں اجتماعی اور رضا کارانہ دُعا کا اہتمام کیا جاتا تھا (اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسے شاذ و نادر ہی غلط قرار دیا گیا۔) مگر جب "امریکن سول لبرٹیز یونین" نے اس صورت حال کو امریکی دستور کی اوّلین ترمیم کے خلاف اقدام قرار دیا۔ اس مقصد کے لیے "یونین" نے سپریم کورٹ سے رجوع کیا جس نے ۱۹۶۲ء میں "امریکن سول لبرٹیز یونین" کے نقطۂ نظر سے اتفاق کیا۔ اس کے بعد متعدّد دوسرے مقدمات اسی فیصلے پر منتج ہوئے ہیں۔ اب مذہب پبلک اسکولوں کی چار دیواری سے باہر ہے یہ پس منظر ہے جس میں جناب گنگ رچ نے دستوری ترمیم کا ذکر کیا ہے۔

کیا امریکی معاشرے میں مذہب کے حوالے سے سیاسی تبدیلی کا راستہ ہموار ہو رہا ہے؟ فی الوقت ایسی کسی خوش فہمی کی گنجائش نہیں۔ جناب گنگ رچ کی تجویز کی کامیابی ناممکن ہے، خود اُن کی اپنی صفوں میں سیکولر آئیڈیالوجی کے حامی بہت مضبوط ہیں۔ پھر دستوری ترمیم کا طریق کار مشکل ہے۔ بالفرضِ محال اگر پبلک اسکولوں میں کسی طرح اجتماعی رضاکارانہ دُعا کی اجازت دے بھی دی جائے تو کیا یہ دُعا معاشرے کی اخلاقی برائیوں کے خاتمے کے لیے کافی ہو گی؟ اس سوال کا جواب بھی نفی میں ہے۔ جب تک مذہبی اقدار مکمل طور پر سیکولر آئیڈیالوجی پر حاوی نہ ہوں، کسی مثبت تبدیلی کا امکان بعید از قیاس ہے۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں عوام کی سطح پر ہونے والا یہ مباحثہ وطنِ عزیز پاکستان جیسے ممالک کے لیے اپنے اندر سبق رکھتا ہے۔ کیا ہم بھی سیکولرزم اپنا کر اُسی اخلاقی انحطاط کا شکار ہونے کے لیے تیار ہیں، جس سے نکلنے کے لیے بھرپور سیاسی برتری اور اقتصادی خوش حالی کا مالک امریکہ مذہب کا سہارا تلاش کر رہا ہے؟

● ●

عید مبارک

ادارۂ "عالمِ اسلام اور عیسائیت" اپنے قارئین کو عیدِ سعید کی دلی مبارک باد پیش کرتا ہے۔

© rasailojaraid.com